پروفیسر خورشید عالم

چہرے کا پردہ اور ''حکمت قرآن''

[''نقطۂ نظر'' کا یہ کالم مختلف اصحاب فکر کی نگارشات کے لیے مختص ہے۔ اس میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

۵

حکمت قرآن مئی ۲۰۰۶ کے شمارے میں حافظ محمد زبیر صاحب کے مضمون کی چھٹی قسط شائع ہوئی۔ اس قسط کا جواب پیش خدمت ہے۔ انھوں نے چہرے کے پردے کے عدم وجوب میں پیش کی جانے والی چوتھی، پانچویں اور چھٹی دلیل کی تردید کی ہے، گویا کہ اس سلسلہ میں پیش کی جانے والی صرف چھ دلیلیں ہیں حالاں کہ علامہ البانی نے ۱۳ صحیح احادیث اور ۱۶ آثار پیش کیے ہیں۔ مگر صرف چھ دلائل کا جواب دے کر حافظ صاحب کے ترکش کے سب تیر ختم ہو گئے۔

چوتھی دلیل سنن ابی داؤد کی وہ روایت ہے جو ''کتاب اللباس'' میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ''اسماء بنت ابی بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ انھوں نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے منہ موڑ لیا اور فرمایا کہ جب عورت حیض کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کے لیے مناسب نہیں کہ اس کے سوا اس کے بدن کا کوئی اور حصہ نظر آئے اور آپ نے چہرے اور دونوں ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔'' صاحب مضمون نے غلط طور پر 'لم تصلح' کا صیغہ لکھا ہے، جبکہ روایت میں 'لم یصلح' ہے۔ غالباً انھوں نے ایسا اس لیے کیا ہے تاکہ اس کا فاعل 'المراۃ' کو قرار

دیا جائے۔ یہ تحریف ہے۔ صاحب مضمون کی یہ بات بھی غلط ہے کہ علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث کے بارے میں علامہ البانی کا موقف اور تحقیق پیش کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کے راوی خالد بن دریک اور سعید بن جبیر پر صاحب مضمون کی جرح کا جواب دیں۔

حنفی فقہ کی کتاب ''منیة المصلی'' کی شرح ''المجلی لما فی منیة المصلی'' (ص ۱۷۵) کا اقتباس اس سلسلہ میں قول فیصل کا درجہ رکھتا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ:

> ''ہمارے (احناف) اور جمہور علما کے نزدیک مرسل روایت قابل قبول ہے۔ خالد بن دریک کا تعلق اگرچہ طبقۂ ثالثہ (تیسرے طبقہ) سے ہے، لیکن حضرت عائشہ اور ام سلمہ سے اس کا سماع کچھ بعید نہیں۔ اس کا کافی امکان ہے جیسا کہ مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں اس پر تحقیق کی ہے۔ ابن معین اور نسائی نے خالد کو ثقہ قرار دیا ہے۔ ائمہ میں سے ایوب سختیانی، ابن عون اور اوزاعی نے اس سے روایت کی ہے۔ ابن حجر کا قول ہے کہ وہ ثقہ ہے اور حضرت عائشہ اور ابن عمر سے مرسل روایت کرتا ہے... خالد ثقہ راوی ہے اور جیسا کہ محقق امیر حاج نے ''الحلیة'' میں کہا ہے کہ ثقہ کی مرسل روایت مقبول ہوتی ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

سعید بن بشیر کے متعلق شعبہ کا قول ہے کہ 'صدوق اللسان' (زبان کا بہت سچا) ہے۔ ابوحاتم کا قول ہے کہ 'محله الصدق'۔ ابن الجوزی کا قول ہے کہ شعبہ اور دحیم نے اسے ثقہ گردانا ہے۔ ابن عدی کا قول ہے کہ ''اس کی روایت میں کوئی ہرج نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ وہم اور غلطی کا شکار ہو۔ اہل دمشق کے پاس اس کی بہت سی تصانیف تھیں۔ میں نے بھی اس کی تصنیف دیکھی ہے۔ اس پر صدق غالب ہے۔'' ہمارے نزدیک تعدیل جرح پر مقدم ہے خاص طور پر اگر وہ شعبہ اور دحیم جیسے سخت گیروں کی طرف سے ہو۔ بخاری نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ اس میں سوء حفظ کے سوا اور کوئی نقص نہیں، مگر قسوی نے ابومسہر سے روایت کی ہے کہ ہمارے شہر میں حافظے کے لحاظ سے اس سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔ ابن عیینہ کا قول ہے کہ وہ حافظ ہے۔ زیادہ درستی کی موجودگی میں معمولی سی غلطی معاف ہوتی ہے، جیسا کہ ابن حبان کا قول ہے کہ بڑے ثقہ ائمہ بھی وہم اور غلطی سے مبرا نہیں ہوتے پھر اتقان (پختگی) میں تھوڑی سی کوتاہی راوی کو صحت سے حسن کے درجہ تک تو نازل کرسکتی ہے، مگر ضعف کے درجہ تک بالکل نہیں۔

علامہ البانی ''جلباب المراة'' کے صفحہ (۵۷۔۵۸) میں لکھتے ہیں کہ اگر اس روایت میں ارسال کی علت نہ ہوتی جس کا ہم نے تذکرہ کیا ہے تو یہ اس بات کی واضح دلیل تھی کہ عورت کے لیے چہرہ اور ہاتھ کھلے رکھنے جائز ہیں، مگر جو بات اسے تقویت بخشتی ہے وہ اس کا درج ذیل طریقوں سے مروی ہونا ہے۔

۱۔اسے ابوداؤد نے مراسیل (نمبر۴۳۷) میں صحیح سند کے ساتھ قتادہ سے روایت کیا ہے۔یہ صحیح مرسل ہے جسے دوسری روایات سے تقویت ملتی ہے۔اس میں نہ ابن دریک ہے نہ ابن بشیر۔

۲۔اسے طبرانی نے ''الکبیر'' (۱۴۳:۲۴) اور ''الاوسط'' (۲۳۰:۲) میں روایت کیا ہے۔ھیثمی نے طبرانی کی روایت بیان کرنے کے بعد ''مجمع الزوائد'' (۱۷۳:۵) میں لکھا ہے اس میں راوی ابن لہیعہ ہے جس کی حدیث حسن ہے۔اوراس کے باقی راوی صحت کے مقام پر ہیں۔

۳۔امام بیہقی نے اسے ایک اور طریقے سے روایت کیا ہے۔وہ'الا ما ظھر منھا' کے متعلق ابن عباس کے قول کا حوالہ دے کرفرماتے ہیں۔اس مرسل روایت کے ساتھ صحابہ کے اس قول کوشامل کر لیجیے جواس بارے میں ہے کہ اللہ نے زینت ظاہرہ میں سے کیا مباح کیا ہے تو یہ روایت قوی ہو جاتی ہے۔

امام ذھبی نے ''تہذیب سنن البیہقی'' (۳۸:۱) میں امام بیہقی کے قول کی تائید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''جن صحابہ کی طرف بیہقی نے اشارہ کیا ہے ان سے مراد حضرت عائشہ،حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس ہیں۔علما کا قول ہے کہ زینت ظاہرہ سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں۔یہ ابن عمر کے الفاظ ہیں پھر وہ لکھتے ہیں کہ ہم نے اس مفہوم کو عطاء بن ابی رباح اور سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے اور امام اوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔''

۴۔ابن ابی شیبہ نے ''المصنف'' (۲۸۳:۴) میں روایت بیان کی ہے کہ زیاد بن ربیع نے ہم سے حدیث بیان کی اس نے صالح الدھان سے سنی اس نے جابر بن زید سے اس نے ابن عباس سے انھوں نے کہا: ''الا ما ظھر منھا' سے مراد ہاتھ اور چہرے کی ٹکڑی ہے۔'' جیسا کہ اس روایت کو اسماعیل قاضی نے صحیح سند سے پیش کیا ہے۔ابن نجیم نے ''البحر الرائق'' (۲۸۴:۱) میں لکھا ہے کہ اسماعیل قاضی نے ابن عباس کی روایت کو مرفوعاً جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔پھر ابن ابی شیبہ نے مذکورہ اثر کے ساتھ ابن عمر کا اثر بیان کیا ہے جس کی سند بھی صحیح ہے۔جمہور صحابہ بھی اسی حدیث پر عمل پیرا رہے ہیں۔امام شافعی کا قول ہے کہ اگر جمہور علما مرسل حدیث پر عمل کریں تو وہ قوی ہو جاتی ہے۔علامہ موفق الدین ابن قدامہ ''المغنی'' (۴۶۲:۷) میں لکھتے ہیں کہ ''امام احمد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ ان کے دو اقوال میں سے صحیح تر یہی ہے کہ چہرے کا پردہ واجب نہیں۔'' ابی داؤد کی شرح ''عون المعبود'' (۱۶۴:۱۱) میں ہے کہ ''یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ چہرہ اور ہاتھ ستر میں شامل نہیں پس اجنبی کے لیے جائز ہے کہ وہ اجنبی عورت کے چہرے پر نظر ڈالے بشرطیکہ فتنہ کا ڈر نہ ہو۔(یعنی فتنہ نظر کا فتنہ ہے) منذری، زیلعی، عسقلانی، بیہقی اور شوکانی کے پائے کے محدثین نے اس روایت کی تقویت کی ہے۔'' میرا خیال ہے

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

کہ یہ تصریحات صاحب مضمون کے خیال کی تردید کے لیے کافی ہیں۔

جہاں تک صاحب مضمون کی بیان کردہ چوتھی علت کا تعلق ہے۔ امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ 'سدل' کے بارے میں حضرت عائشہ کا احرام والی عورت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے: 'تسدل الثوب علی وجهها ان شاءت' یعنی ''اگر عورت چاہے تو کپڑا اپنے چہرے پر لٹکا سکتی ہے۔'' اس پر علامہ البانی فرماتے ہیں کہ ''میں کہتا ہوں کہ احرام والی عورت کو حضرت عائشہ کا 'سدل' کے بارے میں اختیار دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک چہرہ قابل پوشیدگی نہیں ہے، وگرنہ وہ 'سدل' کو احرام والی عورت پر واجب قرار دیتیں۔''

جس حدیث کو صاحب مضمون نے انتہائی ضعیف کہا ہے اسے اکثر مفسرین نے ابن عباس کے قول کی تائید میں پیش کیا ہے۔ ان میں ابن کثیر جیسے محدث بھی شامل ہیں۔ قارئین کی تسلی کے لیے میں اللہ تعالیٰ کے قول 'الا ما ظهر منها' (۲۴: ۳۰) کی تفسیر کے اقتباسات قدیم و جدید مفسرین کی کتابوں سے پیش کروں گا جس سے زیر نظر حدیث اور ابن عباس کے قول کی ثقاہت واضح طور پر معلوم ہو جائے گی۔

امام طبری تفسیر بالروایہ کے امام گردانے جاتے ہیں۔ وہ جامع البیان مطبوعہ دار الفکر (۱۰: ۱۱۹) میں حضرت عائشہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ''میرے ماں جائے بھائی عبد اللہ بن طفیل کی بیٹی بن ٹھن کر میرے پاس آئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب آئے تو آپ نے (دیکھ کر) منہ موڑ لیا۔ حضرت عائشہ نے کہا: اے اللہ کے رسول، وہ میری بھتیجی ہے اور (ابھی) لڑکی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب عورت کو حیض آ جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ چہرے کے سوا اور اس سے نیچے کے سوا (آپ نے اپنا بازو پکڑا اور اپنی مٹھی اور ہتھیلی کے درمیان مٹھی بھر جگہ چھوڑ دی) کوئی عضو کھلا رہے۔'' ابو علی رازی نے اسے اشارۃً بتایا۔ اس کا طریق اگرچہ سنن ابی داؤد کی روایت سے مختلف ہے، مگر مضمون وہی ہے۔ امام طبری مختلف روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں صحیح ترین قول اس قائل کا ہے جو 'الا ما ظهر منها' سے چہرہ اور ہتھیلیاں مراد لیتا ہے۔... ہم یہ بات اس لیے کہہ رہے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ ہر نمازی نماز کے دوران میں اپنا ستر واجبی طور پر ڈھانپے رکھے۔ اور عورت کو اپنا چہرہ اور ہتھیلیاں کھلی رکھنی چاہییں اور باقی سارا بدن ڈھانپے رکھے۔... جب اس بات پر اجماع ہے تو معلوم ہوا کہ عورت اپنے بدن کے اس حصہ کو کھلا رکھ سکتی ہے جو ستر میں شامل نہیں، جیسا کہ مردوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے، کیونکہ جو ستر نہیں اسے کھلا رکھنا حرام نہیں۔ جب وہ اس کا اظہار کر سکتی ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ نے اپنے قول 'الا ما ظهر منها' میں اسی کو مستثنیٰ کیا ہے، کیونکہ یہی وہ سب کچھ ہے جو اس کا ظاہر رہتا ہے۔ (یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں) تفسیر ابن ابی حاتم رازی مطبوعہ

www.javedahmadghamidi.com

نزار مصطفیٰ مکتۃ المکرّمہ (۸: ۲۵۷۴-۲۵۷۵) میں 'الا ما ظھر منھا ' کے سلسلہ میں تین اقوال کا ذکر کیا گیا ہے۔ سب سے پہلا قول یہ ہے کہ ہمیں حدیث سنائی الاشج نے اسے سنائی ابن نمیر نے اس نے روایت کی اعمش سے اس نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے عباس سے کہ اس سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ اور انگوٹھی ہیں۔ ابن عمر، عطاء بن ابی رباح، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، ضحاک، عکرمہ، ابی صالح اور زیاد بن ابی مریم نے اسی قسم کی روایت کی ہے۔

دوسرا قول ابن مسعود کا ہے کہ اس سے مراد ظاہری کپڑے ہیں۔ حسن ابن سیرین نے یہ روایت کی ہے۔ ابی صالح، ماھان، ابی الجوزاء اور ابراہیم کی ایک روایت یہی ہے۔ تیسری روایت، ہمیں ابوزرعہ نے حدیث سنائی اسے یحییٰ بن عبداللہ نے اسے ابن لہیعہ نے اس نے عطاء سے روایت کی اس نے ابن جبیر سے کہ اللہ کے قول 'الا ما ظھر منھا ' سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں۔ چہرے کی زینت سرمہ اور ہاتھوں کی زینت مہندی ہے، اجنبی کے لیے ان دونوں کے علاوہ کسی اور عضو کا دیکھنا جائز نہیں۔

امام رازی ''تفسیر کبیر'' (مطبوعہ ایران) (۲۳: ۲۰۵) میں لکھتے ہیں: ''قفال کا قول ہے کہ آیت کے معنی ہیں کہ سوائے اس کے جس کا اظہار انسان عادت جاریہ میں کرتا ہے۔ عورتوں میں یہ چیز چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ہیں اور مردوں میں چہرہ اور اس کا گردونواح، دونوں ہاتھ اور پاؤں۔ پس حکم ہوا اسے چھپاؤ جسے کھلا رکھنے کی ضرورت نہیں اور اسے کھلا رکھنے کی اجازت دی گئی جو عادتاً کھلا رہتا ہے، کیونکہ شریعت اسلام ایک آسان اور روادار شریعت ہے۔ چہرے اور ہاتھوں کو ظاہر کرنا چونکہ ضروری ہے، اس لیے علما نے بدیہی طور پر اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ وہ ستر میں شامل نہیں۔''

زمخشری کا ذہن چہرے کے پردے کے بارے میں بالکل صاف ہے۔ وہ ابن عباس اور ابن مسعود کے اقوال نقل کیے بغیر ''الکشاف'' مطبوعہ دارالمعرفہ (۳: ۶۱) میں کہتے ہیں: ''اگر آپ پوچھیں کہ زینت ظاہرہ کے اظہار کی مطلقاً اجازت کیوں دی گئی ہے تو میرا جواب ہے کہ اس کے چھپانے میں تنگی ہے۔ عورت کے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے چیزیں لے اور دے اور اپنا چہرہ کھلا رکھے خاص طور پر شہادت، مقدمات اور نکاح کے موقع پر۔ اسے راستوں پر چلنا پڑتا ہے اور اس کے پاؤں دکھائی دیتے ہیں خاص طور پر تنگ دست اور محتاج عورتوں کے (جن کے پاس موزے اور کبھی کبھی جوتا بھی نہیں ہوتا) اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے قول 'الا ما ظھر منھا ' کا یعنی سوائے اس کے جو عادتاً اور فطرتاً ظاہر ہو جائے اور اس میں ظہور ہی اصل چیز ہے۔'' دیکھا پانچویں چھٹی ہجری کے بالغ نظر مفسر نے عورت کی مشکلات کا اندازہ کر لیا جبکہ بیسویں صدی عیسوی کے محقق کی نظروں سے یہ

www.javedahmadghamidi.com www.ghamidi.net

مشکلات او جھل ہیں۔

امام ابوالبرکات نسفی کا ذہن بھی زمخشری کی طرح بالکل صاف ہے۔ وہ مختلف اقوال کا ذکر کیے بغیر اپنی قطعی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ اپنی تفسیر "مدارك التنزيل" میں لکھتے ہیں: "'الا ما ظهر' سے مراد وہ زینت ہے جو بطور عادت اور جبلت ظاہر ہو اور اس سے مراد چہرہ، ہاتھ اور پاؤں ہیں جن کے چھپانے میں عورت کو دقت محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ اسے چیز لیتے دیتے وقت لازمی طور پر ہاتھوں کو استعمال کرنا پڑتا ہے اور شہادت، مقدمات اور نکاح کے موقع پر چہرہ کھلا رکھنا پڑتا ہے اور نادار عورتوں کو راستوں پر چلتے سمے پاؤں کھلے رکھنے پڑتے ہیں۔"

تفسیر خازن مطبوعہ دار المعرفہ بیروت (۳:۳۲۶) میں لکھا ہے کہ "اگر فتنے اور شہوت کا ڈر ہو تو اجنبی نگاہیں نیچی کر لے۔ عورت کے لیے چہرہ اور ہاتھوں کو ظاہر کرنے کی اجازت ہے، کیونکہ وہ ستر میں شامل نہیں اور نماز میں بھی انھیں کھلا رکھنے کا حکم ہے۔ باقی ماندہ بدن ستر ہے۔" اس میں اہم بات یہ ہے کہ فتنہ کی صورت میں مرد کو نگاہیں نیچی کرنے کا حکم ہے نہ کہ عورت کو چہرہ چھپانے کا۔

امام قرطبی اپنی تفسیر جامع احکام القرآن (۱۲:۲۲۹) میں پہلے ابن عطیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ یوں لگتا ہے کہ استثنا میں وہ زینت شامل ہے جسے غالباً ضرورت حرکت کی وجہ سے ظاہر کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہو اور اس کا سبب اصلاح احوال ہو۔ اس بنا پر ہر وہ زینت جسے ضرورت کے تحت ظاہر کرنا پڑے اس میں عورت کو چھوٹ دی گئی ہے۔ امام قرطبی اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ یہ قول خوب ہے، مگر عام طور پر چہرے اور ہاتھوں کو عادتاً اور عبادتاً (جیسا نماز اور حج میں) کھولنا پڑتا ہے۔ اس لیے ان دونوں کا استثنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو ابوداؤد نے حضرت عائشہ سے بیان کی ہے۔ روایت کا متن بیان کرنے کے بعد امام صاحب فرماتے ہیں کہ احتیاط اور لوگوں کے اخلاقی بگاڑ کے پیش نظر یہی بات قوی معلوم ہوتی ہے۔ امام قرطبی کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیر بحث روایت قابل حجت ہے۔ اور اللہ نے فتنہ کو سامنے رکھ کر چہرے اور ہاتھوں کا استثنا رکھا ہے۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر (۳:۲۸۳) میں ایک طرف ابن مسعود، حسن اور ابن سیرین کے اقوال اور دوسری طرف ابن عباس، ابن عمر، عطاء، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابوالشعثاء، ضحاک اور ابراہیم نخعی کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "دوسرا احتمال یہ ہے کہ ابن عباس اور ان کے ہمنوا 'الا ما ظهر منها' کی تفسیر چہرے اور ہتھیلیوں سے کرتے ہیں اور جمہور علما کے یہاں یہی قول مشہور ہے اور اس کے لیے اس حدیث کی طرف توجہ دی جا سکتی ہے جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔" انھوں نے اس حدیث کو مرسل ضرور کہا ہے، مگر صاحب مضمون کی طرح نہایت ضعیف نہیں کہا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

ان کے الفاظ ہیں کہ اس حدیث سے استیناس کیا جا سکتا ہے۔ گویا کہ وہ اسے قابل حجت سمجھتے ہیں۔ صاحب مضمون کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ثقہ کی مرسل امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک قابل حجت ہے۔ امام شافعی کے قول کا بھی اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے کہ اگر اکثر علما کا عمل اس حدیث پر ہو تو وہ قوی ہوتی ہے۔

الدر المنثور دار المعرفہ بیروت (۵: ۴۱-۴۳) میں ابن مسعود پھر ابن عباس اور ان کے ہم خیال تابعین عکرمہ، سعید بن جبیر، عطاء، قتادہ اور ابن جریج کے اقوال کا ذکر ہے۔ پھر اس روایت کو نقل کیا گیا ہے جو حضرت عائشہ سے طبری نے روایت کی ہے اور جس کا مضمون وہی ہے جو ابوداؤد کی روایت کا۔ اس روایت کو بیان کرنے کے بعد جلال الدین السیوطی نے ابوداؤد کی زیر بحث روایت کو بھی تائیداً نقل کیا ہے۔

روح المعانی مطبوعہ دار الفکر (۹: ۱۴۰-۱۴۱) میں لکھا ہے کہ ''امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ زینت ظاہرہ کا موقع اور محل، چہرہ، ہاتھ اور پاؤں ہیں۔ یہ مطلقاً ستر میں شامل نہیں اور ان کی طرف دیکھنا بھی حرام نہیں۔ ابوداؤد، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے (اس کے بعد زیر بحث روایت کا پورا متن نقل کیا گیا ہے)۔ ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اللہ کے قول 'الا ما ظهر منها' سے مراد چہرے کی ٹکڑی اور ہتھیلیوں کا اندرونی حصہ ہے۔ ان دونوں نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ہیں۔ ان دونوں (ابن عباس اور ابن عمر) کے نزدیک غالباً پاؤں بھی ہاتھوں کی مانند ہیں، مگر قیاس پر اکتفا کرتے ہوئے انھوں نے اس کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ ان کے چھپانے میں ہاتھوں سے بڑھ کر تنگی محسوس ہوتی ہے۔ خاص طور پر عرب کی ان تنگ دست اور محتاج عورتوں کو جنھیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے راستوں پر چلنا پڑتا ہے۔''

قابل غور بات یہ ہے کہ صاحب روح المعانی نے زیر بحث آیت کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ اور ابن عباس اور ابن عمر کے اقوال سے اس روایت کی تائید کی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ انھوں نے زمخشری کی طرح پردے کے احکام میں تنگ دست عورتوں کی مشکلات کو پیش نظر رکھا ہے۔ آج کل کے داعیان شرعی پردہ کی طرح اسے شہروں میں رہنے والے پانچ فی صد طبقات تک محدود نہیں کیا۔

سید قطب فی ظلال القرآن (۴: ۲۵۱۲) میں فرماتے ہیں کہ جہاں تک چہرے اور ہاتھوں کا تعلق ہے ان کا ظاہر کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت ابی بکر سے فرمایا۔ آگے انھوں نے زیر بحث روایت کا حوالہ دیا ہے۔

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری (۶: ۴۹۳) میں فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ، مالک، احمد اور شافعی کے نزدیک چہرہ

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

اور ہتھیلیاں مستثنیٰ ہیں، کیونکہ ترمذی نے عبداللہ بن مسلم بن ھرمز کے واسطہ سے سعید بن جبیر اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ظاہری زینت سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں۔ عطاء نے حضرت عائشہ سے اسی قسم کی روایت کی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مستثنیٰ چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں ہیں۔ امام شافعی کا مشہور قول ہے کہ مراد صرف چہرہ ہے، کیونکہ طبرانی نے مسلم الاعور کے واسطے سے سعید بن جبیر اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد سرمہ ہے۔ اس کی موافقت وہ روایت کرتی ہے جسے بیہقی نے حفیف سے انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ چہرہ تو متفقہ طور پر علما کے نزدیک مستثنیٰ ہے اور دونوں ہاتھوں کو امام ابوحنیفہ اور مالک نے اور امام شافعی اور احمد نے اپنے ایک ایک قول میں مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ ”مردوں کے لیے اجنبی عورت کا صرف چہرہ اور ہاتھ دیکھنے جائز ہیں، کیونکہ اللہ نے 'الا ما ظھر منھا' فرمایا اور کیونکہ مردوں کے ساتھ اسے اپنا چہرہ اور ہاتھ کھولنے پڑتے ہیں۔ اور اگر آدمی کو شہوت کا خطرہ ہو تو وہ صرف گواہی اور عدالتی معاملات میں اسے دیکھے۔ میرا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مسلک کی تائید ابوداؤد کی مرسل روایت کرتی ہے۔“

قاضی صاحب نے زیر بحث روایت سے دلیل پکڑتے ہوئے ظاہری زینت پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور سب ائمہ کا مسلک کھول کر بیان کیا ہے۔ انھوں نے سنن ابی داؤد کی روایت کو بطور حجت استعمال کیا ہے۔ جہاں تک اس شرط کا تعلق ہے کہ مرد اجنبی عورت کو شہوت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا تو یہ ایک نہایت ہی معقول شرط ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ معاشرہ کے سب مرد شہوت پرست ہیں اور وہ ہر عورت کو اسی نظر سے دیکھتے ہیں۔ یا یہ کہ ان شہوت پرست مردوں کو کنٹرول کرنے کی بجائے عورت کو سوسائٹی سے نکال باہر کیا جائے۔ اس بات کو تفصیلاً فتنہ کی تشریح کے تحت بیان کروں گا۔

محمد دروزہ التفسیر الحدیث (۱۰:۴۴) میں کہتے ہیں کہ 'الا ما ظھر منھا' سے مراد وہ چیز ہے جو عادتاً کھلی رہے، جیسا کہ چہرہ اور ہاتھ یا جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ انگوٹھی، مہندی اور سرمہ اور کپڑے... مردوں کو جو نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ اس بات پر پرزور دلالت کرتا ہے کہ اس زمانے میں رواج کیا تھا اور وہ آیت کے اس مفہوم پر بھی دلالت کرتا ہے کہ عورت کھلے چہرے اور ہاتھوں کے ساتھ تلاش رزق، کام کاج اور جائز ضرورتیں پوری کرنے کے لیے باہر نکل سکتی ہے۔ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت کا چہرہ اور ہاتھ ستر میں شامل نہیں پھر سنت متواترہ سے ثابت ہے کہ عورت کھلے چہرے کے ساتھ نماز پڑھتی اور حج کرتی آرہی ہے۔ انھوں نے تائیداً حضرت عائشہ کی اس روایت کو بیان کیا ہے جسے امام طبری نے نقل کیا ہے اور جس کا

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

مضمون ہو بہو سنن ابی داؤد کی روایت کی طرح ہے۔ بنیادی باتیں بیان کرنے کے بعد محمد دروزہ نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ صاحب مضمون کھلے دل و دماغ کے ساتھ اس بحث کو ضرور پڑھیں گے، کیونکہ یہ تفسیر قرآن اکیڈمی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

تفسیر مجاہد مطبوعہ مجمع البحوث الاسلامیہ (۴۴) میں ہے کہ عبدالرحمان نے کہا ہمیں حدیث سنائی ابراہیم نے اس کو حدیث سنائی آدم نے اس نے کہا ہمیں حدیث سنائی عقبۃ الاصم نے انھوں نے عطاء بن ابی رباح سے سنی انھوں نے ام المومنین عائشہ سے کہ 'الا ما ظھر منھا' کے بارے میں ان کا قول ہے کہ جو اس میں سے ظاہر ہو جائے یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں۔

نظم الدرر مطبوعہ دارالکتب العلمیہ (۴۲۸:۵) میں 'الا ما ظھر منھا' کی تفسیر یوں ہے یعنی ''جو بغیر قصد کے ظاہر ہو جائے اور جس کے چھپانے میں دقت محسوس ہو جیسے کنگن، انگوٹھی اور سرمہ، کیونکہ عورت کو چیزیں لینے دینے کے لیے ہاتھ اور شہادت وغیرہ کے لیے چہرہ کھلا رکھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔''

التفسیر الواضح محمد محمود حجازی مطبوعہ دارالجیل (۶۴:۱۱) میں اسی جملے کی تفسیر یہ ہے ''سوائے اس کے جو ضروریات پوری کرنے کے لیے کھلے رہتے ہیں جیسے چہرہ اور ہاتھ جن کو کھولنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔''

تفسیر غرائب القرآن مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ لصاحبہ نظام الدین الحسن بن محمد بن الحسین القمر النیسابوری' (۷۳۸ھ) (۱۸۱:۵) میں ہے: ''سوائے اس کے جسے انسان عادت جاریہ کے طور پر کھلا رکھتا ہے جو آزاد عورتوں میں چہرہ اور ہاتھ ہیں اور لونڈیوں میں ہر وہ چیز جو کام کاج کے لیے کھلی رہے۔''

طنطاوی جوھری اپنی تفسیر الجواھر دارالفکر (۱۱:۱۲) میں 'الا ما ظھر منھا' کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: ''سوائے اس کے جسے چیزیں لیتے دیتے وقت کھلا رہنا پڑے جیسے کپڑے، انگوٹھی، سرمہ، ہاتھ کی مہندی، چہرہ اور پاؤں۔ کیونکہ ان کو چھپانا رکاوٹ اور تنگی کا سبب بنتا ہے۔ عورت چیز کو ہاتھ ہی سے پکڑے گی۔ پھر شہادت، معالجے اور تجارتی لین دین میں اسے چہرہ کھلا رکھنا پڑے گا۔ یہ سب اس وقت تک جب تک فتنہ کا ڈر نہ ہو گر نہ وہ اپنی نگاہیں نیچی کر لے۔'' یعنی فتنہ کی صورت میں واجب یہ ہے کہ مرد نگاہیں نیچی کرے نہ کہ یہ کہ عورت چہرہ چھپا لے۔

التفسیر الوسیط الدکتور وھبۃ الزحیلی دارالفکر (۱۷۴۸:۲) میں ہے: عورتیں اپنے مواقع زینت اجنبیوں کے سامنے ظاہر نہ کریں بجز اس کے جو عادتاً ظاہر ہو جائے اور وہ چہرہ، ہاتھ اور کپڑے ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ چہرہ اور ہاتھ ستر میں شامل نہیں، بشرطیکہ فتنہ کا باعث نہ ہوں۔ پھر وہ ابن عطیہ کا قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

اس سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں جو غالباً کھلے رہتے ہیں (امام قرطبی نے بھی یہی کہا ہے)۔ اخلاقی بگاڑ کے پیش نظر احتیاط اچھی چیز ہے۔ خوبرو عورت کا نامحرم کے سامنے نہ آنا اچھی بات ہے۔ ڈاکٹر وحید دور جدید کے محقق ہیں جن کو فقہ پر دسترس حاصل ہے، وہ صرف بعض مالکی فقہا کی مانند صرف خوبرو عورت پر نامحرم کی نظر کو بر سبیل احتیاط اچھا نہیں سمجھتے یعنی وہ اسے واجب قرار نہیں دیتے۔

سورۂ نور کی آیت نمبر ۳۰ کی تفسیر کے سلسلہ میں میں نے قدیم وجدید بیس تفسیروں کا حوالہ دیا ہے۔ ان میں قدر مشترک یہ ہے کہ ان میں سے بیش تر نے اس تفسیر میں ابوداؤد یا امام طبری کی حضرت عائشہ کی روایت سے اور تقریباً سب نے ابن عباس کے قول سے استدلال کیا ہے۔ مجاہد اور ابن ابی حاتم رازی کی تفسیر سے تو ظاہر ہے کہ جمہور صحابہ اور تابعین نے ابن عباس اور ابن عمر کے قول کی تائید کی ہے۔ سب کا موقف یہی ہے کہ چہرہ اور ہاتھ ستر میں شامل نہیں، کیونکہ ان کے چھپانے میں تکلف سے کام لینا پڑتا ہے اور تنگی محسوس ہوتی ہے۔ فتنہ کی صورت میں نگاہیں نیچی کرنا واجب ہے نہ کہ چہرہ چھپانا۔ غض بصر کا حکم اللہ نے اس فتنے کو روکنے کے لیے صادر فرمایا ہے۔ جن دو ایک مفسرین نے چہرہ چھپانے کا مشورہ دیا ہے انھوں نے بھی اس حکم کو خوب صورت عورت تک محدود کر کے مناسب قرار دیا ہے اسے واجب قرار نہیں دیا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تو واضح کر دیا کہ یہ ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور امام احمد (کا ایک قول) کا مذہب ہے۔ مگر ہمارے حافظ صاحب (صاحب مضمون) اقوال صحابہ، تابعین، جمہور علما اور مفسرین کی رائے کو درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے اس بات پر مصر ہیں کہ چہرے کا چھپانا واجب ہے:

ناطقہ سر بہ گریباں کہ اسے کیا کہیے

اس بات کا افسوس ہے کہ چوتھی دلیل کے ابطال کا جواب درازتر ہو گیا ہے:

حکایت لذیذ بود دراز تر گفتم

پانچویں دلیل: صاحب مضمون نے پانچویں دلیل کے طور پر جس روایت کا ابطال کیا ہے۔ اسے صحیح مسلم نے ''کتاب الطلاق'' اور ''کتاب الفتن'' دو جگہ روایت کیا ہے۔ روایت یہ ہے کہ فاطمہ بنت قیس کو تین طلاقیں ہو چکی تھیں۔ اس کی عدت کا مسئلہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اسے ام شریک کے گھر میں عدت گزارنے کا مشورہ دیا۔ فاطمہ نے کہا میں ایسا ہی کروں گی۔ پھر آپ نے اسے ایسا کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ ام شریک انصار کی ایک صاحب حیثیت عورت تھیں۔ ان کے یہاں صحابہ کا کثرت سے آنا جانا تھا۔ آپ نے فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں کہ تمھاری اوڑھنی سر سے لڑھک جائے یا پنڈلیاں ننگی ہو جائیں اور ان پر ان لوگوں کی نظر پڑے، اس لیے تم اپنے

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

چچازاد عبداللہ بن عمرو بن ام مکتوم کے یہاں عدت گزارو کیونکہ وہ نابینا ہیں، اس لیے تم ان کی موجودگی میں کپڑے اتار سکتی ہو۔ اور جب تم اوڑھنی اتاروگی تو وہ تمھیں دیکھ نہیں سکیں گے۔

علامہ ناصرالدین البانی نے ''جلباب المراۃ المسلمۃ'' صفحہ ۶۰ سے لے کر ۷۳ تک پیش کردہ تیرہ احادیث میں زیر بحث حدیث کو صفحہ ۶۶ پر پانچویں نمبر پر پیش کیا ہے اور وجہ دلالت یہ پیش کی ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس کی بیٹی کی اس بات کو تسلیم کیا ہے (صاحب مضمون نے حسب عادت 'اَقَرَّ بِہٖ' کا ترجمہ ''یہ بات سمجھائی'' غلط کیا ہے) کہ سر پر اوڑھنی لیے لوگ اس کو دیکھیں اور خمار سرپوش ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح سر کو ڈھانپنا واجب ہے اس طرح چہرے کو ڈھانپنا واجب نہیں، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈر تھا کہ کہیں دوپٹا سر سے نیچے نہ گر جائے اور وہ چیز ظاہر نہ ہو جائے جسے منصوص طور پر ظاہر کرنا حرام ہے۔ چنانچہ آپ نے فاطمہ بنت قیس کو اس بات کا حکم دیا جو ان کے لیے زیادہ محفوظ اور محتاط تھی۔''

علامہ البانی کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت قیس کو ام شریک کے گھر میں عدت گزارنے سے روک کر انھیں ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزارنے کا حکم محض اس لیے دیا کہ ام شریک کے گھر میں مہمان کثرت سے آتے جاتے تھے، اس لیے احتمال تھا کہ وہ اسے اس حالت میں دیکھ لیں کہ ان کا سر ننگا ہو اس کے برعکس ابن ام مکتوم اگرچہ مرد ہے، مگر نابینا ہے اس لیے اس بات کا کوئی احتمال نہیں کہ وہ انھیں اس حالت میں دیکھ لے۔ زیر بحث روایت میں یہ دلیل واضح طور پر نظر آرہی ہے۔ قاضی عیاض 'اکمال العلم بفوائد مسلم' (۵:۵۶) میں فرماتے ہیں کہ ''ام شریک کے یہاں مہمانوں کے طول قیام کی وجہ سے بار بار نظر پڑنے کا اندیشہ تھا جس سے فاطمہ بنت قیس کو تنگی محسوس ہوتی اور ان کی طبیعت میں گھٹن پیدا ہوتی۔'' امام نووی ''کتاب الطلاق'' کی روایت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ ''صحابہ ام شریک کے گھر میں مہمان بن کر کثرت سے اس لیے آتے جاتے تھے، کیونکہ وہ صالح عورت تھی۔'' صحابہ غالباً تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں ان کے گھر آتے جاتے تھے۔ جہاں لوگ کثرت سے آتے جاتے ہوں، وہاں ایک خاتون کا قیام خود اس کے لیے مشکل پیدا کرتا ہے گھر میں عورت ہر وقت اوڑھنی لیے نہیں رہتی۔ کبھی نہ کبھی تو سر سے دوپٹا سرک جاتا ہے۔ بس اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں وہاں عدت گزارنے کی اجازت نہ دی حالاں کہ وہ عورت تھیں اور ابن ام مکتوم مرد۔ امام طبرانی کی روایت میں تو یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے۔ روایت یوں ہے: 'وامرنی ان اکون عند ابن ام مکتوم فانہ مکفوف البصر لا یرانی حین اخلع خماری' ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ابن ام مکتوم کے یہاں چلی جاؤں، کیونکہ

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

وہ نابینا ہیں اور جب میں اوڑھنی اتاروں گی تو وہ مجھے دیکھ نہیں پائیں گے۔‘‘

صاحب مضمون کے سر میں کیونکہ چہرے کو چھپانے کا سودا سمایا ہوا ہے، اس لیے انھوں نے بے سوچے سمجھے یہ بات کہہ دی ہے کہ روایت میں یہ بات واضح نہیں کہ چادر (یہ خمار کا غلط ترجمہ ہے) چہرے سے گری ہے یا سر سے، سبحان اللہ کیا مضحکہ خیز بات کہی ہے۔ سقوط کا لفظ بتا رہا ہے کہ چیز اوپر سے نیچے گری ہے۔ دوپٹا یا اوڑھنی سر سے تو گر سکتی ہے یہ چہرے سے گرنا بے معنی سی بات ہے۔ خدارا اپنے غیر معقول موقف کی حمایت میں عقل وفہم کا دامن تو نہ چھوڑیں۔

مضمون نویس کو روایت کی توجیہ کے لیے اور تو کوئی بات ملی نہیں انھوں نے ناحق لفظ ’خمار‘ کے بارے میں بحث چھیڑ دی ہے۔ حالاں کہ لغت کے بارے میں ان کا علم واجبی سا ہے۔ میں نے جواب آں غزل میں لفظ ’خمار‘ پر تفصیلی بحث کی ہے جس میں لغت اور حدیث کی رو سے اس کے معنوں کا تعین کر دیا ہے۔ صاحب مضمون نے ایک سوال کیا ہے کہ جلباب یا ’خمار‘ کے الفاظ سر کی چادر کے لیے استعمال ہوتے ہیں تو اس سے اس بات کی نفی کیسے ہو جاتی ہے کہ اب یہ چادر چہرہ چھپانے کے لیے استعمال نہیں ہو سکتی؟ سوال کا جواب دینے سے پیش تر یہ بات بتا تا چلوں کہ ’خمار‘ اور جلباب ایک چیز نہیں۔ ان کی لمبائی اور دبازت میں کافی فرق ہے۔ ’خمار‘ اوڑھنی یا دوپٹے کو کہا جاتا ہے جو نسبتاً چھوٹا اور کم موٹا ہوتا ہے، جبکہ جلباب کے ایک معنی چادر بھی ہیں جو نسبتاً لمبی اور زیادہ موٹی ہوتی ہے۔ یہ درست ہے کہ کبھی کبھار عورتیں اوڑھنی کو چہرے پر بھی ڈال لیتی ہیں، مگر اس سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ اوڑھنی عادتاً چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتی ہے؟ یہ بالکل ایسے ہے کہ بعض اوقات خواتین شرم وحیا کے باعث دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ لیتی ہیں تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ہاتھ چہرہ ڈھانپنے کے لیے ہیں؟ کسی چیز کا مفہوم اس کے عام استعمال سے لیا جاتا ہے نہ کہ خاص استعمال سے۔ اس لیے سب لغت نویسوں، مفسروں، محدثوں اور فقہا نے اس کے معنی سرپوش کے لکھے ہیں۔ ابن الاثیر نے ”نہایہ“ (۲:۷۸) میں ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے کہ ’کان یمسح علی الخف والخمار‘ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر اور خمار پر مسح کرتے تھے۔“ یعنی پگڑی پر مسح کرتے تھے، کیونکہ مرد پگڑی سے اس طرح سر ڈھانپ لیتے ہیں جس طرح عورت ’خمار‘ (اوڑھنی) سے سر ڈھانپتی ہے۔ اسی لیے حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ خمار عورت کے لیے ایسے ہے جیسے مرد کے لیے پگڑی۔ کیا مرد اگر پگڑی کی دم اپنے منہ پر ڈال لیں تو یہ کہا جائے گا کہ پگڑی منہ ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتی ہے؟

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

یہی موقف علامہ البانی کا ہے جو 'جلباب المراۃ'' کے صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں: ''میں نے قدیم وجدید ہر میدان کے علما کے اقوال کی تحقیق کی ہے جن کا اس بات پر اجماع ہے کہ 'خمار' سر پوش ہے۔اور اپنی ''کتاب الردالمفحم'' میں ایسے بیس علما کا نام لیا ہے ان میں ائمہ بھی ہیں اور حفاظ بھی اور انھی میں ابوالولید الباجی (المتوفی ۴۷۴ھ) ہیں (اللہ ان کو جزاے خیر دے) ان کا قول ہے 'لا یظھر منھا غیر دور وجھھا' یعنی ''خمار' میں سے صرف چہرے کی ٹکڑی نظر آتی ہے۔''

علامہ البانی نے ''جلباب المراۃ المسلمہ'' میں صفحہ ۳۷ کے حاشیہ میں قاضی ابوعلی تنوخی کے حوالہ سے عربی کے دو شعر نقل کیے ہیں نہ کہ ایک شعر جیسا کہ مضمون نگار نے لکھا ہے۔ان اشعار میں شاعر نے بیان کیا ہے کہ ''محبوب نے اپنے چہرے پر بھی اوڑھنی ڈالی ہوئی تھی۔'' اردو ترجمہ میں مضمون نگار نے 'خمار' کا ترجمہ چادر کر کے اپنی بے ذوقی کا ثبوت دیا ہے۔کیونکہ چادر کے نیچے دو نور جمع ہوتے ہوئے کیسے نظر آ سکتے ہیں؟ صرف باریک اور شفاف اوڑھنی سے رخساروں کا نور نظر آ سکتا ہے۔مگر اس کا کیا کیا جائے کہ صاحب مضمون چہرہ چھپانے کے باطل تصور کی وجہ سے شعر بھی سمجھ نہیں پا رہے۔

صاحب مضمون نے ان اشعار پر علامہ البانی کے تبصرہ کو قلم زد کر کے علمی دیانت کا ثبوت نہیں دیا۔علامہ لکھتے ہیں کہ یہ اشعار ان معانی سے متصادم نہیں جو ہم نے 'خمار' کے لکھے ہیں۔یعنی 'خمار' کے لوازمات میں سے عادتاً سر چھپانا ہے کبھی کبھی اسے چہرہ پر ڈال لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے چہرہ چھپایا جاتا تھا۔کیا آپ دیکھتے نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین صفیہ کو اپنے پیچھے سوار کیا تو اپنی چادر ان کے پیچھے اور چہرے پر ڈال دی...اور واقعۂ افک میں حضرت عائشہ کا قول کہ میں نے جلباب سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔کیا ان روایات سے یہ مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے کہ چادر اور جلباب دو ایسے کپڑے ہیں جن سے عام طور پر چہرہ ڈھانپا جاتا ہے؟ اسی طرح شاعر نے اپنی خوب صورت محبوبہ کا وصف بیان کیا ہے۔کیا اس سے یہ مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے کہ 'خمار' کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک ساتھ سر اور چہرے کو ڈھانپتا ہے؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کبھی کبھار اس سے چہرہ ڈھانپ لیا جاتا ہے جیسا کہ کبھی کبھی کپڑوں میں سے کسی اور چیز مثلاً چادر، جلباب اور دھاری دار کپڑے وغیرہ سے چہرہ ڈھانپ لیا جاتا ہے۔یہ توجیہ اس صورت میں ہے کہ ہم شاعر کے وصف کو حقیقی تصور کریں۔گمان غالب یہی ہے کہ یہ شاعرانہ خیالی تصور ہے، اس لیے اسے حقیقی معنوں پر محمول کرنا ناممکن ہے۔یہ رہا علامہ البانی کا ان اشعار

پر تبصرہ اس کی روشنی میں صاحب مضمون کے اس نقلی استدلال کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

ادبی لحاظ سے دیکھا جائے تو صاحب مضمون اس بات کو سمجھ نہیں پائے کہ شاعر صاف وشفاف اوڑھنی کے نیچے محبوب کے حسن و جمال کی تعریف کر رہا ہے۔ شعر کا مضمون بالکل وہی ہے جو اردو کے اس مصرع کا ہے:

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

اور صاحب مضمون چلے ہیں اس سے شریعت کا مسئلہ حل کرنے۔

مضمون نگار نے زیر بحث روایت کے اس پہلو پر غور نہیں کیا جو ان کے موقف کی کلیتہً نفی کرتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ ام شریک ایک مال دار اور امام نووی کی توضیح کے مطابق نیکوکار عورت تھی جس کے یہاں صحابۂ کرام کثرت سے آتے جاتے تھے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مرد عورت کے یہاں آ جا سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ اس کے بارے میں مطمئن ہوں۔ یہ بات ان لوگوں کو کیسے گوارا ہو سکتی ہے جو صاحب مضمون کی طرح عورت کو سات پردوں میں چھپا کر معاشرے سے نکال باہر کرنا چاہتے ہیں۔

چھٹی دلیل: افسوس اس بات کا ہے کہ صاحب مضمون نے علامہ البانی کی پیش کردہ تیرہ احادیث یا دلائل میں سے صرف پانچ حدیثوں یا دلیلوں پر خامہ فرسائی کی اور اس کے بعد ان کے ترکش کے سارے تیر ختم ہو گئے۔ چھٹی دلیل میں ان کی بے بسی، بے چارگی اور شکست خوردگی سے میں بہت محظوظ ہوا ہوں۔ ابن عباس نے جو'الا ما ظھر منھا' کی تفسیر کی ہے اس سے زچ ہو کر انھوں نے تقریباً رونا شروع کر دیا ہے۔

ابن عباس کے قول کی سند کے بارے میں صاحب مضمون کے اعتراض کا جواب پہلے دے چکا ہوں۔ حال ہی میں ناقد حدیث ابن ابی حاتم رازی کی تفسیر مطبوعہ مکہ مکرمہ (۸:۴ ۲۵۷۔۲۵۷۵) دیکھنے کا موقع ملا۔ انھوں نے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں تین اقوال سند کے ساتھ نقل کیے ہیں۔

سب سے پہلا قول الاشج، ابن نمیر، اعمش، سعید بن جبیر اور ابن عباس کی سند سے پیش کیا ہے۔ اس کی تائید تیسرے قول سے ہوتی ہے جو انھوں نے یحییٰ بن عبداللہ، ابن لہیعہ، عطاء بن ابی رباح اور سعید بن جبیر کی سند سے روایت کیا ہے، درمیان میں دوسرا قول عبداللہ بن مسعود کا ہے۔

طرفہ تماشا یہ ہے کہ انھوں نے زچ ہو کر ابن عباس کے قول کی ایسی توجیہ کی ہے جو آج تک کسی کان نے نہ سنی اور نہ اس کا خیال کسی بشر کے دل پر گزرا۔ حد یہ ہے کہ جن گنے چنے مفسرین نے ابن مسعود کے قول کو ترجیح دی ہے انھوں نے بھی ابن عباس کے قول کی وہ توجیہ نہیں کی جو مضمون نگار نے کی ہے۔ صاحب مضمون کے نزدیک کہ اس سے مراد

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

ہوا یا کسی حرکت کی وجہ سے یا اضطراری حالت میں یا کسی ضرورت کے تحت چہرے کا کھولنا ہے۔

سیدھی سی بات ہے زینت کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور مخفی۔ ابن عباس کے قول کے مطابق اس سے مراد چہرہ اور ہاتھ اور اس پر استعمال ہونے والی زینت ہے۔ یہ زینت عادتاً، فطرتاً اور عباداتاً کھلی رہتی ہے اور اس کے چھپانے کے لیے عورت کو تکلف سے کام لینا پڑتا ہے اور وہ معمول کے کام نہیں کر سکتی۔ ابن عباس نے تو 'الا ما ظهر منها' کے استثنا کی واضح تفسیر کی ہے، مگر مضمون نگار ان کی طرف باطل تاویل کو منسوب کر رہے ہیں۔

آخر میں ابن عطیہ کی تفسیر پر امام قرطبی نے جو تبصرہ کیا ہے اس کا حوالہ دیتے وقت مضمون نگار نے علمی دیانت کا ثبوت نہیں دیا۔ میں اس کا حوالہ پہلے بھی دے چکا ہوں۔ اب بار دگر دے رہا ہوں۔ امام قرطبی لکھتے ہیں: ''یہ قول (یعنی ابن عطیہ کا قول) حسن ہے، مگر عام طور پر چہرے اور ہاتھوں کو عادتاً اور عباداتاً (نماز اور حج میں) کھولنا پڑتا ہے۔ اس لیے ان دونوں کا استثنا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو ابوداؤد نے سنن میں حضرت عائشہ سے روایت کی ہے۔'' (روایت کا متن اوپر نقل ہو چکا ہے) اس کے بعد امام قرطبی فرماتے ہیں کہ حزم واحتیاط اور لوگوں کے اخلاقی بگاڑ کے پیش نظر یہی قول قوی ہے۔ بس عورت کو اسی زینت کا اظہار کرنا چاہیے جو اس کے چہرے اور ہاتھوں پر ہو۔ کیا میں مضمون نویس سے پوچھ سکتا ہوں کہ انھوں نے کس مصلحت کے تحت قول حسن کہنے کے بعد کی امام قرطبی کی ساری کی ساری عبارت کو قلم زد کر دیا؟ اللہ سے ڈرنا چاہیے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

چہرے کا پردہ اور آثار صحابہ

اس عنوان کے تحت صاحب مضمون نے صرف ۵ آثار کو بطور دلیل پیش کیا ہے اور علامہ البانی کے پیش کردہ ۱۶ آثار کو نظر انداز کر دیا ہے حالاں کہ تحقیق کا تقاضا ہے کہ وہ ان آثار پر ایک ایک کر کے بحث کرتے۔

ان میں سے تین آثار کا تعلق حالت احرام سے ہے۔ اوپر 'سدل' کی بحث میں ان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ ان آثار کو چہرے کے پردے کے وجوب کے لیے پیش کرنا کم علمی کی دلیل ہے۔ اثر نمبر۲ جلباب پہننے کی کیفیت کے بارے میں ہے۔ اوپر واضح کر چکا ہوں کہ پردے کی مقدار کا تعین بعد میں نازل ہونے والی سورت نور میں ہے جو دائمی حکم کو پیش کرتی ہے۔ اثر نمبر۳ سے بھی چہرے کو واجباً چھپانے کا کوئی ثبوت نہیں۔ اب آیئے اثر نمبر۱، ۴ اور ۵ کی طرف، یہ تینوں آثار عورت کی حالت احرام کے بارے میں ہیں۔ ان سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ احرام کے بغیر عورت کا چہرہ چھپانا واجب ہے۔

آ ثار نمبر ایک کے بارے میں شارح موطا زرقانی کا قول (۲:۴۳۴) پیش کرتا ہوں کہ ''ابن منذر کا قول ہے کہ علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت سارے کا سارا سلا ہوا لباس پہنے اور موزے پہنے۔ اپنا سر اور بال سوائے چہرے کے چھپائے (ہاں) وہ چہرے پر ہلکا سا 'سدل' (یعنی سر کے اوپر سے کپڑا لٹکانا) کر سکتی ہے تاکہ وہ مردوں کی نظروں سے بچی رہے، مگر چہرے کو مت چھپائے۔ فاطمہ بنت منذر کی روایت اس کے خلاف ہے، مگر احتمال یہی ہے کہ اس میں 'تخمیر' (چھپانے) کا لفظ حضرت عائشہ کی روایت کی طرح 'سدل' کے معنوں میں ہے۔'' یہ بات میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔

علامہ ابن عبد البر ''التمہید'' (۱۵:۱۰۷-۱۰۹) میں فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ، تابعین اور تبع تابعین اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ عورت چہرے کو نقاب سے چھپائے سوائے اسماء بنت ابی بکر کی روایت کے کہ وہ حالت احرام میں اپنا چہرہ چھپاتی تھیں اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ وہ اگر چاہے تو اپنا چہرہ ڈھانپ لے۔ اور انھی سے یہ روایت بھی ہے کہ وہ چہرہ نہ چھپائے اور لوگوں کا عمل اسی کے مطابق ہے۔ علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس کا احرام چہرے میں ہے سر میں نہیں اور وہ حالت احرام میں اپنا سر اور بال چھپائے۔ اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ وہ اپنے چہرے پر اوپر سے ہلکا سا 'سدل' کر سکتی ہے جو اسے مردوں کی نظروں سے بچائے رکھے، لیکن وہ اسے حالت احرام میں چہرہ چھپانے کی اجازت نہیں دیتے سوائے اسماء بنت ابی بکر کی روایت کے اور احتمال یہ ہے کہ اسماء بنت ابی بکر کی روایت میں 'تغطیہ' سے مراد حضرت عائشہ کی روایت کی طرح 'سدل' ہے۔ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں اب پھر بتاتا ہوں تاکہ:

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

موطا کی شرح ''اوجز المسالك'' (۶:۱۹۷) میں ہے: ابن رشد کا قول ہے کہ چہرے کے چھپانے کے لیے فاطمہ بنت منذر کی روایت کے سوا کچھ بھی موجود نہیں۔ ابن رشد نے اشارہ کیا ہے کہ فاطمہ اس روایت میں منفرد ہیں اور یہ بات اس روایت کو شاذ قرار دیتی ہے۔ ''نیل المآرب'' میں ہے کہ عورت کی طرف سے برقع یا نقاب وغیرہ سے چہرہ چھپانا حالت احرام میں منع ہے، مگر بوقت حاجت سر کے اوپر سے چہرہ پر کپڑا لٹکایا جا سکتا ہے۔ حاجت سے مراد یہ ہے کہ مرد اس سے قریب تر ہوں اور اگر عورت نے بلا حاجت 'سدل' کیا تو وہ فدیہ ادا کرے گی۔

شاہ ولی اللہ نے ''مسوی شرح الموطا'' میں یہی کہا ہے کہ اہل علم کے نزدیک 'سدل' جائز ہے بشرطیکہ کپڑا چہرے کی جلد سے ہٹا رہے۔

'سدل' یہ ہے کہ سر کے اوپر سے لکڑی کے فریم یا کسی اور سہارے سے خفیف سا پردہ لٹکا لیا جائے، مگر وہ چہرے کو

ہرگز نہ چھوئے۔ علما نے اس شرط پر اس کی اجازت دی ہے کہ اگر مرد بالکل قریب آ جائے اور دیکھنا شروع کر دے تو اس وقت عورت 'سدل' سے کام لے سکتی ہے۔ اس کا استعمال واجب نہیں صرف اس کی اجازت ہے۔ بہت ہی خال خال عورتیں اس اجازت سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ عام طور پر عورتیں چہرہ کھلا رکھتی ہیں اور یہی سنت متواترہ ہے۔ 'سدل' کو چہرے کے پردے کے وجوب کے لیے دلیل بنانا میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ صاحب مضمون نے ان آثار کا حوالہ بار بار دیا ہے، کیونکہ انھیں اس سلسلہ میں معقول دلیل نہیں ملتی۔

اثر نمبر۴ مضمون نگار نے الاستذکار کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔ اگر وہ الاستذکار (۱۱: ۲۷) کو دیکھ لیتے تو ان کو اسے بیان کرنے کی ضرورت نہ رہتی۔ علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں: ''فقہا اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کا احرام چہرے میں ہے اور اگر مردوں کے بالکل قریب سے گزرنے کی وجہ سے اسے چہرہ چھپانے کی ضرورت پڑے تو اپنے سر کے اوپر سے کپڑا لٹکا لے ('سدل' کرے) کیونکہ حضرت عائشہ اور دیگر عورتوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایسا کیا تھا۔'' ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'سدل' صرف بوقت ضرورت کیا جا سکتا ہے عام حالات میں نہیں۔

اثر نمبر۵ سے ایک اور بات کا پتا چلتا ہے کہ 'خمار' چہرے کو ڈھانپنے کے لیے نہیں ہوتا، کیونکہ حضرت عائشہ نے سر پر سے اوڑھنی کا کچھ حصہ لے کر چہرہ ڈھانپا یعنی 'سدل' کیا۔ یہ بات مضمون نگار کے اس موقف کے منافی ہے کہ 'خمار' (اوڑھنی) چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ یہ اثر تلخیص الحبیر سے نقل کیا گیا ہے۔

تلخیص الحبیر (۳: ۲۷۳) میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے رافعی الکبیر کی احادیث کی تخریج کی ہے۔ انھوں نے رافعی الکبیر کے اس قول کا حوالہ دیا ہے کہ اگر عورت کو کسی ضرورت کے تحت چہرہ چھپانے کی حاجت پڑے تو اس کے لیے 'سدل' جائز ہے، لیکن اس پر فدیہ واجب ہے۔ حافظ صاحب نے صرف یہ کہا ہے کہ یہ قول کہ اس پر فدیہ واجب ہے محل نظر ہے۔ انھوں نے اس بات کی تردید نہیں کی کہ وہ صرف بوقت ضرورت 'سدل' کرے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ اوپر میں نے حوالہ دیا ہے کہ حافظ ابن حجر 'تغطیہ' سے مراد 'سدل' لیتے ہیں۔ عام حالات میں چہرے کے پردے کے ساتھ اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ جہاں تک اثر نمبر۲ کا تعلق ہے، صاحب مضمون نے سراسیمگی میں غلط اثر کا حوالہ دے دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے انھوں نے حوالہ کہیں سے نقل کیا ہے خود تفسیر طبری میں دیکھا نہیں۔ امام طبری موافق ومخالف، سب آرا کا ذکر کرتے ہیں۔ سورۂ احزاب کی زیر بحث آیت کے بارے میں انھوں نے تین آثار ابن عباس، عبیدہ اور ابن سیرین سے مروی اس بارے میں پیش کیے ہیں کہ جلباب سے چہرہ چھپانا چاہیے اور ابن عباس، قتادہ، مجاہد اور ابی صالح سے مروی چار آثار اس بارے میں پیش کیے ہیں کہ جلباب کو صرف پیشانی پر کس

کر باندھا جائے گا۔

صاحب مضمون نے تفسیر میں مذکور تین آثار میں سے صرف دوسرے اثر کا حوالہ دیا ہے جس میں چہرہ ڈھانپنے کا کوئی ذکر نہیں، جبکہ اثر نمبر ایک اور تین میں یہ ذکر واضح طور پر موجود ہے۔

زیر بحث اثر میں تو صرف یہ بات موجود ہے کہ جلباب کو ابن عون نے سر پر اوڑھ لیا (''اچھی طرح اوڑھ لیا۔'' صاحب مضمون نے غلط ترجمہ کیا ہے)۔ اپنی ناک اور بائیں آنکھ چھپا لی اور دائیں آنکھ نکال لی اور اپنی چادر کو اوپر سے اپنے ابرو کے قریب یا اس کے اوپر کر لیا (صاحب مضمون نے غلط طور پر 'أرخی' کا فعل لکھا ہے حالاں کہ طبری کی روایت میں 'أدنـــی' کا فعل استعمال ہوا ہے)۔ اب اس ساری روایت میں کہیں بھی چہرہ ڈھانپنے کا ذکر نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ چہرے کا کچھ حصہ چھپا رہا۔ پھر یہ اثر سورۂ احزاب کی آیت کے متعلق ہے جس میں ایذا رسانی سے بچنے کے لیے ہدایت دی گئی، یہ سورۂ نور کی آیت نمبر ۳۰ کی طرح دائمی حکم نہیں جس میں پردے کا تعین کیا گیا ہے۔ یہ ذہن میں رہے کہ سورۂ نور سورۂ احزاب کے بعد نازل ہوئی ہے۔ صاحب مضمون نے قطعی غلط لکھا ہے کہ علامہ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ علامہ نے جس اثر کو ضعیف کہا ہے وہ ابی صالح نے معاویہ سے اس نے علی سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کیا ہے جس میں واضح طور پر جلباب سے چہرہ ڈھانپنے اور ایک آنکھ ظاہر کرنے کا حکم ہے۔ (جلباب المراۃ ۸۸) علامہ البانی اس اثر کے بارے میں کہتے ہیں کہ ابن عباس سے اس اثر کی روایت درست نہیں، کیونکہ طبری نے اسے علی کے طریق سے روایت کیا ہے اور یہ علی ابن ابی طلحہ ہے جیسا کہ ابن کثیر نے اس سے معلق روایت کی ہے۔ اس بات کے باوجود کہ بعض ائمہ نے اس پر تنقید کی ہے اس نے ابن عباس سے سماع نہیں کیا، بلکہ اس نے انھیں دیکھا تک نہیں۔ کہا گیا ہے کہ ان دونوں کے درمیان مجاہد ہے... اور اگر یہ بات درست ہے تو اثر متصل بن جاتا ہے، مگر اثر کا پہلا راوی ابو صالح، عبد اللہ بن صالح ہے جو ضعیف ہے۔ ابن جریر نے ابن عباس سے ایک اثر روایت کیا ہے جو اس اثر سے متصادم ہے، لیکن وہ بھی سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، لیکن ہمیں دوسری صحیح سند کا پتا چلا ہے جو ابن ابی شیبہ نے (المصنف ۴:۲۸۳) جابر بن زید کے حوالہ سے ابن عباس سے روایت کی ہے۔

میری صاحب مضمون سے گزارش ہے کہ وہ اصل مصدر سے حوالہ دیا کریں۔ تفسیر طبری سے حوالہ دیتے وقت کاش انھوں نے ان چار آثار کو بھی دیکھ لیا ہوتا جو ان کے موقف کی تردید کرتے ہیں۔

اثر نمبر ۳ کو علامہ البانی نے ان ۱۶ آثار میں سے اثر نمبر ۷ (جلباب المراۃ ۹۹) میں پیش کیا ہے جو انھوں نے

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

چہرے کے پردے کے عدم وجوب کے سلسلہ میں پیش کیے ہیں۔

صاحب مضمون نے اس اثر کا غلط ترجمہ قارئین کو الجھن میں ڈالنے کے لیے کیا ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ''حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے ہماری ایک لونڈی کو دیکھا جس نے سر پر اوڑھنی لی ہوئی تھی (میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ 'تقنع' کے معنی سر پر اوڑھنی لینا ہے نہ کہ چہرہ چھپانا) حضرت عمر نے اسے مارا اور حکم دیا کہ آزاد عورتوں کی مشابہت نہ کرو۔'' علامہ البانی نے المصنف (۲۳۱/۲) کے حوالہ سے جو اثر نقل کیا ہے اس کی عبارت واضح تر ہے۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ مہاجرین یا انصار کی ایک لونڈی حضرت عمر کے یہاں آئی۔ اس نے جلباب اپنے سر پر اوڑھا ہوا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا؟ آزاد ہوگئی ہو کیا؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر یہ جلباب کیوں؟ اسے سر سے اتار دو یہ تو مومنوں کی آزاد عورتوں کے لیے واجب ہے، اس نے پس و پیش کیا۔ آپ درہ لے کر کھڑے ہوگئے اور سر پر مارا یہاں تک کہ اس نے جلباب سر سے اتار دیا۔

علامہ البانی فرماتے ہیں اس اثر کی وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عمر نے اس لونڈی کو پہچان لیا حالاں کہ وہ جلباب میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ اس کا چہرہ کھلا تھا۔ اور حضرت عمر کا فرمانا کہ جلباب آزاد عورتوں کے لیے ہے، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عمر کے نزدیک چہرے کو چھپانا جلباب کی شرط نہ تھی۔ اگر اس زمانے کی ساری عورتیں اپنے چہروں کو جلباب سے چھپاتی ہوتیں تو حضرت عمر یہ بات نہ کہتے۔ پس اس اثر کو عمر کے بیٹے عبداللہ، ابن عباس اور عائشہ کے آثار کے ساتھ شامل کر کے کہنا چاہیے کہ چہرہ ستر میں شامل نہیں۔ سبحان اللہ صاحب مضمون نے ایسا اثر پیش کر دیا جو ان کے موقف کی تردید کرتا ہے۔ عربی لغت سے ان کی ناواقفیت کی وجہ سے ایسا ہوا۔ علامہ البانی نے جلباب المراۃ کے صفحہ ۹۶ سے لے کر صفحہ ۱۰۳ تک کل ۱۶ آثار پیش کیے ہیں جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عمل ہوتا رہا۔ اصل بات یہ ہے کہ جس نے ماننا ہو اس کے لیے ایک اثر ہی کافی ہے اور جس نے نہ ماننا ہو اس کے لیے ۱۶ آثار بھی کم ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

چہرے کا پردہ مذاہب اربعہ کی روشنی میں

میں نے اپنے اصل مضمون اور جواب آں غزل کے تمام مضامین میں جگہ جگہ اس بات کا حوالہ دیا ہے کہ ائمۂ اربعہ ماسوائے امام احمد بن حنبل کی ایک روایت کے، امام اوزاعی، امام ابن حزم اور جمہور علما کے نزدیک چہرے کا پردہ واجب نہیں۔ صاحب مضمون نے اس بدیہی حقیقت سے انکار کرتے ہوئے حسب معمول حیلہ گری سے کام لینے کی

کوشش کی ہے۔اسی لیے انھوں نے احناف کے موقف کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ متقدمین حنفی فقہا میں سے کسی نے یہ نہیں کہا ہے کہ فتنے کے ڈر سے چہرہ چھپانا چاہیے۔حنفی فقہ کی امہات الکتب ہدایہ، قدوری، کنز الدقائق، کافیہ، فتح القدیر اور منیۃ المصلی میں صرف یہی عبارت ہے کہ عورت کا سارا بدن بجز چہرے اور ہتھیلیوں کے ستر ہے۔ان کتابوں میں فتنے کا دور دور تک بھی کہیں ذکر نہیں اور نہ ہی یہ ذکر امام ابوحنیفہ اور ان کے دو بڑے شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال میں ملتا ہے۔ فتنے کا ذکر صرف متاخرین حنفی فقہا نے کیا ہے۔اور انھوں نے بھی اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کو فتنہ کے ڈر سے چھپانا جائز ہے نہ کہ ستر کی وجہ سے۔ چنانچہ بعض نے اس چھپانے کو جوان اور خوب صورت عورت تک محدود کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ ہر عورت کے لیے یہ درست نہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا صاحب مضمون حنفی فقہا کے اس متفقہ مسلک کو تسلیم کرتے ہیں کہ چہرہ اور ہاتھ ستر میں شامل نہیں؟ اگر وہ اس مسلک کو تسلیم کرتے ہیں تو فھو المراد ہمارا اور ان کا کیا جھگڑا ہے؟ دائمی حکم تو یہی ہے فتنہ تو ایک عارضی شرط ہے۔ یہی احناف کا اصل موقف ہے۔ابن نجیم ''البحر الرائق'' (مطبوعہ دار المعرفہ ۱:۲۸۴) میں لکھتے ہیں ''خواہ ابن مسعود نے اس (ظاہری زینت) سے مراد کپڑے لیے ہیں، مگر ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں، جیسا کہ قاضی اسماعیل نے ابن عباس کی حدیث کو جید سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام والی عورت کو نقاب اور دستانے پہننے سے منع کیا ہے، اگر یہ ستر میں شامل ہوتے تو وہ ان کے چھپانے کو حرام قرار نہ دیتے اور چونکہ عورت کو اس بات کی حاجت ہوتی ہے کہ وہ خرید و فروخت کے لیے چہرہ اور لینے دینے کے لیے ہاتھ کھلے رکھے، اس لیے انھیں ستر میں شامل نہیں کیا گیا۔'' ''ہدایہ'' میں چہرے اور ہتھیلیوں کے استثنا کی وجہ یہ بتائی گئی ہے 'للابتلاء بابدائھما' جس کی تشریح فتح القدیر (۱:۲۲۴۔۲۲۵) میں یہ کی گئی ہے کہ ''عورت کے لیے چیزوں کو ہاتھوں سے لینے دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں اور اسے شہادت اور مقدمات کے لیے چہرہ کھولنا پڑتا ہے۔'' یہی بات جلال الدین الخوارزمی نے کافیہ میں کہی ہے۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net